OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com



# قرآنِ مجید کے تناظر میں تکریمِ انسانیت: معاصر مفسرین کی تفسیری آراء کا تجزیاتی مطالعہ

# Human Dignity in the Qur'anic Perspective: An Analytical Study of Contemporary Exegetical Views

**Dr. Fariha Anjum**
*Lecturer, Lahore College for Women University, Lahore*
*fariha.anjum@lcwu.edu.pk*

## Abstract

The concept of human dignity occupies a central position in the Qur'anic worldview. Islam regards humanity as the most honored creation of Allah, endowed with reason, free will, and moral responsibility. This research paper critically examines the concept of Takrīm al-Insāniyyah (the dignity of humankind) through the interpretative insights of selected contemporary Qur'anic commentators. The study explores how modern exegetes such as Mufti Muhammad Taqi Usmani, Shabbir Ahmad Usmani, Naeem-ud-Deen Muradabadi , Hafiz Salahuddin Yusuf, and Dr.Sayyad Hamid Hasan Bilgrami have articulated the notion of human honor in relation to divine guidance, ethical conduct, and social justice. It also discusses the Qur'anic injunctions that emphasize the sanctity of human life, equality among people, and the universal principle of respect for all humans regardless of race, creed, or status. Furthermore, the research analyzes how contemporary challenges—such as human rights, social discrimination, and moral decline—are addressed within the framework of Qur'anic ethics. The purpose of this study is to bridge traditional exegetical understandings with modern socio-ethical realities, highlighting the timeless relevance of Qur'anic principles in preserving

CC BY

human dignity. The findings reveal that the preservation of human dignity is not merely a moral ideal but a foundational objective (maqṣad) of the Islamic Shariah, ensuring justice, compassion, and social harmony in human civilization.

**Key Words:** Qur'an, Human Dignity, Contemporary Exegesis, Islamic Thought, Human Rights, Maqasid al-Shariah

## تمہید

اسلام نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے اور قرآنِ مجید نے انسان کو ایک معزز و مکرم مخلوق کے طور پر پیش کیا ہے۔ تکریمِ انسانیت دراصل اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی روح سے شرف عطا کیا، اس کے لیے عقل، شعور اور ارادہ ودیعت کیا، تاکہ وہ زمین پر خلافتِ الٰہیہ کے تقاضوں کو پورا کرے۔ معاصر مفسرین نے قرآنِ مجید کی ان آیات کی تشریح میں گراں قدر آراء پیش کی ہیں جن میں انسان کی حرمت، مساوات، آزادی اور عدل کے اصول بیان ہوئے ہیں۔ عصرِ حاضر میں جب انسانی حقوق کی پامالی، نسلی و طبقاتی امتیاز اور معاشرتی ناہمواری عام ہو چکی ہے، قرآن کا یہ پیغام مزید اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ یہ مقالہ معاصر مفسرین مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، شیخ محمد عبدہ، حافظ صلاح الدین یوسف، ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی، مفتی محمد تقی عثمانی اور ڈاکٹر لقمان السلفی کی تفسیری آراء کی روشنی میں تکریمِ انسانیت کے مختلف پہلوؤں کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے۔

### مبحث اول: تکریم انسانیت

اسلام نے انسانی جان کو محترم قرار دیا ہے۔ اسی لیے انبیاء کرام کو اس دنیا میں بھیجے جانے کا ایک عظیم ترین مقصد یہ بھی ہے کہ لوگوں کے درمیان جو مظالم ہوتے ہیں ان کو روکا جائے اور ان کا تدارک کرنے کی تدابیر عمل میں لائی جائیں۔ مظالم سے نظام تمدن میں ابتری واقع ہوتی ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی انسانی جان کو معزز بنایا ہے۔

شریعت اسلامیہ کے احکام کا مبنی بر مصلحت ہونا ایک قطعی حقیقت ہے۔ شریعت اسلامی مطلقاً مصالح مخلوق کے لیے وضع کی گئی ہے۔ امام غزالی انہی مصالح کے حوالے سے واضح کرتے ہیں کہ شارع کو مخلوق کے پانچ امور کی حفاظت مقصود ہے۔ دین، نفس، نسل، عقل اور مال۔ لہٰذا مصلحت ان پانچ امور کی حفاظت و تقویت سے عبارت ہے۔ تمام شرائع و ملل کا اجتماعی نصب العین یہی رہا ہے۔ اسلامی شریعت بھی باقی تمام ملل کی طرح انسان کے مصالح خمسہ کی حفاظت کی علمبر دار ہے۔[1]

شریعت اسلامی کا عمومی مقصد عمارت ارض، حفظ نظام معاشرت ہے۔ یہ مقصد نوع انسانی کی بقاء سے پورا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ایک معین مدت تک نظام عالم کی بقاء مقصود ہے جو کہ نوع انسانی کی بقاء پر منحصر ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اسے خلافت الٰہیہ عطا کی۔ جس کا اولین تقاضا یہ ہے کہ انسان کی جان تمام موجودات عالم سے زیادہ عظمت واہمیت اور شرف و حرمت کی حامل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ﴾[2]

مزید رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِغَيْرِ حَقٍّ))(3)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری دنیا کا تباہ و برباد ہو جانا ایک مسلمان کی جان ناحق ضائع ہونے سے فروتر ہے۔

اسی طرح ارشاد فرمایا:

((المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده))(4)

دین اسلام کے بنیادی مقرر کردہ حقوق و قوانین میں سب سے پہلا حق ہی یہ ہے کہ کسی دوسرے مسلمان کی جان کی حفاظت۔ رسول ﷺ نے اپنی پوری زندگی اس قانون کی پابندی میں گزار دی اور ایک عملی نمونہ بنے۔ زمانۂ جاہلیت کی جاری رسوم و قوانین کو ختم کیا۔ جو ظلم پر مبنی تھے اور جس میں انسان کی جان محترم نہ تھی۔ اسی لیے شریعت اسلامیہ نے انسان کے انسان پر عائد کردہ حقوق میں سب سے پہلا حق جان کی حفاظت رکھ دیا اور انسانی جان کو محترم قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ایک جان کو بچانا پوری انسانیت کو بچانے کے مترادف قرار دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾(5)

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان مظالم سے منع فرمایا جس کے نتیجے میں انسانی جان کو خطرہ ہو۔

ڈاکٹر احمد فتحی لکھتے ہیں:

"اسلام میں حفاظت دین کی خاطر انسانی جان کو قربان کر دینے کے تمام احکام جیسے جہاد اور مرتد کی سزا قتل وغیرہ دراصل معاشرہ کی عمومی اور کلی مصلحت کی ایک فرد یا چند افراد کے خصوصی مصالح پر تقدیم و ترجیح سے عبارت ہیں ورنہ یہ حقیقت اپنی جگہ واضح، اٹل اور مسلم ہے کہ عمرانی اعتبار سے شریعت اسلامیہ کے تمام مقاصد اور مصالح کا محوری نقطہ نفس انسانی کی بقاء و حفاظت ہے اور تکالیف شرعیہ کے دائرے میں اس بنیادی مصلحت کی حفاظت دیگر تمام مصالح پر مقدم اور فائق ہے۔"(6)

اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت میں رائج قتل کی صورتوں کی کلیتاً ممانعت فرما دی اور سختی سے حکم دیا کہ شریعت اسلامیہ کے پیروکار اس فعل بد سے باز رہیں۔

**مبحث ثانی: منتخب معاصر تفاسیر کا تعارف**

مقالہ ہذا بیسویں صدی عیسوی کی مختصر اردو تفاسیر کے مطالعہ پر مشتمل ہے۔ اس میں آٹھ مختصر معاصر اردو تفاسیر کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں تفسیر ماجدی، تفسیر عثمانی، خزائن العرفان، اشرف الحواشی، فیوض القرآن، احسن البیان، توضیح القرآن (آسان ترجمۂ قرآن) اور تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن شامل ہیں۔ ان مفسرین کرام کی فقہی و کلامی تعبیرات کا تقابل و تجزیہ مقالہ ہذا کا بنیادی موضوع ہے۔

تفسیر عثمانی از مولانا شبیر احمد عثمانی میں مسلک سلف صالحین کی پیروی کے ساتھ ساتھ دور جدید کے تقاضوں کا بھی خیال رکھا گیا ہے اور قرآن کی تفسیر مختلف جہات سے نہایت احسن اور آسان فہم طریقے سے کی گئی ہے۔ اہل باطل کے غلط افکار و خیالات کا عقلی و نقلی دلائل سے رد کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کا داعیانہ انداز نہایت پر اثر ہے۔

عبد الماجد دریا آبادی نے پہلے انگریزی تفسیر القرآن لکھی پھر اردو میں قرآن پاک کی تفسیر لکھی۔ تفسیر ماجدی، فقہی مسائل کا استنباط، صرف و نحو کا بیان، تصوف کا رنگ، تاریخی شواہد کا بیان، سلف صالحین کا انداز، جدید سائنسی انکشافات، عہد نامہ قدیم و جدید کے حوالے جیسے مفید اور موثر اسلوب بیان پر مشتمل ہے۔

خزائن العرفان مختصر تفسیر عام میں بہت مقبول ہے۔ اس تفسیر میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے سورتوں کا تعارف بیان کرتے ہوئے شان نزول کی وضاحت بھی کتے ہیں۔ تفسیر القرآن بالحدیث و اقوال صحابہ کا التزام کرتے ہیں۔ فقہی احکام کا استنباط میں اپنے مذہب کی مکمل تائید کرتے ہیں اور اس پر دلائل بھی فراہم کرتے ہیں۔

اشرف الحواشی از شیخ محمد عبدہ کی خصوصیات میں سے اہم تفسیر القرآن بالقرآن و الحدیث کا التزام ہے۔ ناقدین حدیث کے اعتراضات پر تنقید بھی کرتے ہیں۔ عربی ادب سے استشہاد، فقہی احکام کا استنباط اور باطل فرقوں کی تردید بھی موجود ہے۔

حافظ صلاح الدین یوسف کی تفسیر احسن البیان میں مستند روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ سلفی تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ مفسر ایک ادیب ہونے کے ناطے سے حقائق میں درایت و روایت کا خصوصی موقف رکھتے ہیں۔ یہ تفسیر اسرائیلیات سے قدرے مبرا ہے۔ لیکن سلف صالحین کے اطوار کو اپنائے ہوئے ہے۔

پاکستان کی تفسیری تاریخ میں فیوض القرآن از ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی نہایت اہم مقام رکھتی ہے۔ انہوں نے تفسیر میں مختلف اسالیب اختیار کیے ہیں۔ دور حاضر کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہایت شگفتہ زبان استعمال کی ہے۔ توضیح و تشریح میں تعقل و تجدد کے ساتھ ساتھ آثار کا دامن ہر گز نہیں چھوڑا ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی کی تفسیر توضیح القرآن (آسان ترجمہ قرآن) کی اہم خصوصیات میں سادہ اور عام فہم، جدید دور کے تقاضوں کے مطابق انگریزی الفاظ کا استعمال اور الفاظ قرآنی کی ترجمہ سے مطابقت شامل ہیں۔

تیسیر الرحمن لبیان القرآن از ڈاکٹر لقمان السلفی بہت سے خصائص سے مزین تفسیر ہے۔ تفسیر القرآن بالقرآن و الحدیث و اقوال صحابہ کا اسلوب نمایاں ہے۔ فقہی مسائل کا باقاعدہ استخراج کیا اور مستشرقین کے قرآن پاک پر اعتراضات کا دفاع بھی کیا ہے۔

مبحث ثالث: تکریم انسانیت - منتخب مفسرین کرام کی آراء کا مطالعہ

ذیل میں ان آیات مبارکہ، جن میں قتل کی ممانعت آئی ہے، منتخب مفسرین کرام کی آراء بیان کی جاتی ہیں:

* ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۔۔۔﴾ [7]

آیت مبارکہ کے اس حصے کی تفسیر منتخب مفسرین کرام نے مختصراً اور جامع انداز میں بیان کی ہے۔ اس آیت میں حکم دیا گیا کہ اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے اس حکم کے دیئے جانے کے مفسرین نے دو مفہوم اخذ کیے ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں لفظ انفسکم سے مراد اپنے بھائی کو، اپنی ملت کے افراد کو یا دوسروں کو قتل کرنا لیا گیا ہے۔ علامہ ماجدی نے تفسیر کبیر،[8] تفسیر ابن جریر،[9] معالم التنزیل[10] اور تفسیر مدارک[11] کے حوالے سے یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔[12]

ان کے مطابق مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں۔ اس لیے اس کا قتل کرنا بھی ایسا ہی جیسا اپنے آپ کو قتل کرنا۔[13]

اور مولانا تقی عثمانی نے حکمت یہ بیان فرمائی کہ دوسرے کی جان لینے کو اپنے آپ کو قتل کرنے سے تعبیر کرکے اس طرف بھی

اشارہ ہو گیا کہ کسی دوسرے کو قتل کرنا بالآخر اپنے آپ کو ہی قتل کرنا ہے کیونکہ اس کے بدلے میں خود قاتل قتل ہو سکتا ہے۔ اگر یہاں قتل نہ بھی ہو تو آخرت میں اس کی جو سزا ملنی ہے وہ موت سے بھی بدتر ہو گی۔[14]

اس کے ساتھ ساتھ مفسرین کرام نے اس آیت مبارکہ سے ایک اور مفہوم بھی اخذ کیا ہے۔ وہ یہ کہ اپنے آپ کو قتل کرنے سے مراد خودکشی بھی ہے۔ یہاں خودکشی کی ممانعت بھی ثابت ہوتی ہے جو کہ ایک کبیرہ گناہ ہے۔ خودکشی حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((جس آلہ سے کوئی انسان اپنے آپ کو قتل کرے گا دوزخ کے اندر اُسی آلہ سے اس کو عذاب پہنچایا جائے گا۔))[15]

یہ مذمت بھی ثابت کرتی ہے کہ خودکشی حرام ہے۔[16] علامہ ماجدی دیگر مذاہب کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"بعض مذہبوں میں خودکشی خود ایک عبادت رکھی گئی ہے مثلاً جاپانیوں میں یا بعض قدیم ہندی مذہبوں میں۔"[17]

تمام منتخب مفسرین کرام نے ان دونوں طرح کے مفہوم کی تائید کی ہے اور تفسیر میں آیت سے مراد یہی لیا ہے سوائے علامہ عثمانی اور ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی کے۔ انہوں نے آیت کے اس حصے سے مراد صرف یہی بیان کیا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ دوسرا مفہوم بیان نہیں کیا۔[18]

☆﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاۗءً عَلَي اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ١٤٠ۧ﴾[19]

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت زمانۂ جاہلیت کے ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو اپنی لڑکیوں کو نہایت سنگدلی اور بے رحمی سے زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح لڑکوں کو قتل کرنے کا بعض قبائل میں رواج تھا۔ مشرکین عرب ایسا تنگیٔ رزق اور ننگ و عار کے خوف سے کرتے تھے۔ ان میں ربیعہ و مضر وغیرہ قبائل کا نام آتا ہے۔[20]

علامہ ماجدی اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"اولادکشی کی یہ رسم کسی ایک قوم یا ملک تک محدود نہ تھی۔ عرب، ہندوستان، یونان، روم سب اس بلا میں مبتلا رہے ہیں۔ اسلام نے آکر اور اس دستور کو مٹا کر محض قومی یا ملکی نہیں بلکہ ایک عالمی اور کائناتی اصلاح انجام دی۔"[21]

مفسرین کرام نے اس حرکت کو ان کی نادانی اور جہالت بتایا ہے۔ کیونکہ آیت مبارکہ کے الفاظ ﴿سفھا بغیر علم﴾ یہی واضح کرتے ہیں کہ یہ جہالت نہ تو کسی وحی الہٰی کی بنیاد پر ہے اور نہ کسی عقلی و تجربی دلیل کی بنیاد پر۔ خود اپنے آپ کو اولاد سے محروم کر دینا سب سے بڑی سنگدلی اور نادانی ہے۔ یہ دنیا کا خسارہ ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ان کا منتظر ہے۔ گویا یہ عمل دنیا و آخرت دونوں کی تباہی کا سبب ہوا۔[22]

قاضی صلاح الدین یوسف، مولانا تقی عثمانی اور سید حامد حسن بلگرامی نے اس آیت کی وضاحت بیان نہیں کی۔

☆﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَـيْـــًٔـا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ١٥١﴾[23]

اس آیت مبارکہ میں قتل کی ممانعت کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ دو صورتیں بیان کی گئی ہیں جو اس معاشرے میں رائج تھیں۔ ایک یہ کہ اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ ایسا عرب جاہلیت میں دستور تھا کہ وہ اکثر ناداری کے ڈر سے اولاد کو ہلاک کر دیتے تھے کہ خود کھانے کو نہیں تو اولاد کو کہاں سے کھلائیں گے۔ لہٰذا آیت مبارکہ میں حکم ہوا کہ ایسا کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے۔ لہٰذا ہر نفس کا رزق اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے۔ اس حوالے سے صحیحین کی حدیث بھی ڈاکٹر لقمان السلفی[24] نے بیان کی ہے کہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے:

((انہوں نے رسولؐ اللہ سے پوچھا کہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تم اللہ کا کسی کو شریک بناؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا۔ میں نے کہا: پھر کونسا؟ فرمایا: تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔))[25]

چونکہ اللہ تعالیٰ رازق ہے لہٰذا پھر تم کیوں قتل جیسے شدید جرم کا ارتکاب کرتے ہو۔

ان مفسرین کرام کی تفسیر سے بالکل مختلف نکتہ علامہ ماجدی اور قاضی صلاح الدین یوسف نے اس آیت مبارکہ سے اخذ کیا ہے۔ انہوں نے آیت کی اس عمومی تفسیر کی بجائے صرف اس ضروری نکتہ پر بات کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت کی یہ فعل قبیح دختر کشی کی رسم آج کل ضبطِ ولادت خاندانی منصوبہ بندی اور منعِ حمل کے نام سے پوری دنیا میں زور و شور سے جاری ہے۔ اس کا محرک بھی خوفِ افلاس ہی ہے۔ مالتھیس نامی ایک ماہر معاشیات جو برطانیہ میں انیسویں صدی کی ابتداء میں ہوا ہے۔ یہ تحریک اصلاً اسی کی چلائی ہوئی ہے۔ اس کے سارے نظریے کی بنیاد میں یہی خوف افلاس ہے۔[26]

آیت مبارکہ کا دوسرا حصہ بیان کرتا ہے کہ کسی کو ناحق قتل کرنے کی ممانعت ہے۔ صرف حق کے ساتھ قتل کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے اور اس حق کے ساتھ قتل کی وضاحت مفسرین کرام نے یہ کی ہے کہ قصاص یعنی جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی اور مرتد کا قتل جائز ہے۔ باقی ہر جان محترم قرار دی گئی ہے۔[27] مولانا تقی عثمانی نے اس حوالے سے بات نہیں کی۔

☆ ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝۳۱﴾[28]

اس آیت مبارکہ کی وضاحت مفسرین کرام نے مختصراً یہ بیان کی ہے کہ اس میں زمانۂ جاہلیت کی رسم قبیح کی ممانعت ہے۔ اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل کر دینا جیسا عرب جاہلیت میں ہوتا تھا۔ ناداری کا خوف، ننگ و عار کا خوف۔ انہیں اس فعل بد پر اکساتا تھا۔ اپنے گھر میں لڑکی کا وجود ہی انہیں باعث شرم محسوس ہوتا تھا۔ اسی لیے پیدائش سے پہلے ہی بعض اوقات اور بعض اوقات پیدائش کے بعد انہیں قتل کر دیا جاتا تھا۔ قرآن کریم نے اس فعل بد کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کا رازق ہے لہٰذا یہ خوف دل میں رکھنا کہ نادار و مفلس ہو جائیں گے، خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔[29]

علامہ ماجدی اور قاضی صلاح الدین یوسف نے وہی مفہوم اس آیت سے اخذ کیا ہے جو اس سے پہلے سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۵۱ میں بیان کر چکے ہیں کہ یہاں آیت مبارکہ میں خاندانی منصوبہ بندی اور مانع حمل کی ممانعت موجود ہے۔[30]

علامہ ماجدی نے یہاں اس آیت کی وضاحت میں پہلے سے تھوڑا مختلف پہلو سے بھی وضاحت کی ہے وہ ہے صرفی و نحوی وضاحت جو ان کی تفسیر کا ایک نمایاں پہلو بھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ سورۃ الانعام کی آیت میں الفاظ ﴿نرزقکم وایاھم﴾ میں صیغۂ مخاطب پہلے اور صیغۂ غائب بعد میں آیا۔ جبکہ یہاں صیغۂ غائب پہلے اور صیغۂ مخاطب بعد میں آیا ہے۔ ایسا فرق کیوں ہے؟ فرماتے ہیں:

''اصل یہ ہے کہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ایک چیز تو ہے نفسِ افلاس یا اس کا وقوع یعنی والدین واقعتاً اور فی الحال افلاس میں مبتلاء ہیں اس لیے بچوں کی زندگی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری چیز ہے خوفِ افلاس یعنی والدین فی الحال تو افلاس میں تو مبتلا نہیں لیکن اندیشہ یہ کررہے ہیں کہ اولاد اگر پیدا ہونی شروع ہوگئی تو موجودہ آمدنی کفایت نہ کرے گی۔ قرآن مجید نے ان دونوں فتنوں کے درمیان فرق ملحوظ رکھاہے۔ اول الذکر کے موقع پر محض من املاق آیاہے اور آخر الذکر کے موقع پر من خشیۃ املاق لایا گیا ہے۔ حرام اگرچہ دونوں صورتوں میں قتل اولاد کو ہی ٹھہرایاہے۔''[31]

علامہ ماجدی کا اتنی باریک بینی سے آیات کا مفہوم اخذ کرنا اور ان سے احکام مستنبط کرنا ان کے وسیع النظر اور تبحر فی العلم ہونے کی دلیل ہے۔ جو انہیں دوسرے مفسرین سے ممتاز کرتاہے۔ ان کی یہی انفرادی حیثیت ان کی تفسیر کو بھی دوسری تفاسیر پر فائق رکھتی ہے۔

☆﴿وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۶۸﴾[32]

اس آیت مبارکہ کی تفسیر منتخب مفسرین کرام نے وہی بات بیان کی ہے جو اس سے پہلی آیات میں بھی ذکر ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک جان کو محترم ٹھہرایاہے۔ اسی لیے بارہا قتل انسانی کی ممانعت کی ہے اور اسے سنگین جرم قرار دیاہے۔ صرف ایک صورت بیان کی جس میں قتل انسانی کو حق کے ساتھ قتل قرار دیا گیا۔ تمام مفسرین کرام اس کی وضاحت یہ بیان کرتے ہیں کہ قصاص (جان کے بدلے جان)، شادی شدہ زانی اور مرتد کی سزا قتل ہے۔ حدیث بھی یہی واضح کرتی ہے۔[33]

دو مفسرین کرام نے اس کے ساتھ حدیث کا حوالہ بھی دیاہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسولؐ سے پوچھا: کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ نبیؐ نے فرمایا: تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیاہے اور یہ کہ تم اپنی اولاد کو محتاجی کے ڈر سے قتل کردو اور یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرو تو یہ آیت آپؐ کی حدیث کی تائید میں نازل ہوئی۔[34]

علامہ ماجدی اس سے مختلف تفسیر بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر اہل عرب کو دیکھا جائے کہ وہ اسلام سے قبل کس قدر قتل وخونریزی میں غرق رہتے تھے۔ بات بات پر تلواریں نکل آتی تھیں اور گردنیں کٹ جاتی تھیں۔ اس سے اس آیت کی پوری طرح سمجھ آجاتی ہے۔[35]

☆﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۸ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۹﴾[36]

ان آیات مبارکہ میں منتخب مفسرین کرام نے مختصراً تفسیر بیان کی ہے۔ صرف علامہ ماجدی نے تفصیل سے بات کی ہے۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں ایک انتہائی وحشیانہ رسم یہ تھی کہ لوگ عورتوں کو منحوس سمجھتے تھے اور بعض قبائل تو بیٹیوں کو زندہ درگور بھی کردیا کرتے تھے تاکہ وہ ناداری وعار سے بچ سکیں۔ یہ ایک بہت بڑا مجرمانہ فعل تھا۔ جس کا وہ اپنی نادانی وجہالت کے باعث ارتکاب کرتے تھے۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ شدید غضبناک ہوگا۔ شدت غیظ وغضب کی وجہ سے وہ ان سے منہ پھیر لے گا اور ان زندہ درگور کی گئی بچیوں سے سوال کیا جائے گا کہ ان ظالموں نے تمہیں کس جرم کی پاداش میں زندہ درگور کردیا تھا۔ اس سے مقصد ان ظالموں کے ساتھ معاملہ کرنا ہے جنہوں نے ایسا فعل سرزد کیا۔ قاتل کی سرزنش کرنا ہے کیونکہ اصل مجرم تو وہی ہیں نہ کہ موٴودہ۔[37]

علامہ ماجدی نے اس آیت مبارکہ کے ضمن میں دوسروں سے مختلف نکات پر بھی بات کی ہے۔ انہوں نے اس آیت کے ضمن میں انگریزی تفسیر قرآن دیکھنے کی رائے بھی دی ہے۔ علامہ ماجدی فرماتے ہیں کہ بعض محققین کے مطابق دوسرے معاصی کو چھوڑ کر اس کا ذکر آثار قیامت اور احوال حشر میں کرنے سے اشارہ یہ نکلتا ہے کہ سب سے پہلے پرسش خون کی ہوگی اور خون کے مقدمات میں اس دفعہ کے مجرم سب سے پہلے پیش ہوں گے۔ علامہ صاحب کے مطابق فقہاء مفسرین نے اس آیت سے دو مسئلے بھی نکالے ہیں: ایک یہ کہ مشرکوں کے بچوں پر عذاب نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ کسی پر عذاب بغیر صدور گناہ کے نہیں ہوتا۔[38]

### خلاصۂ بحث

تکریمِ انسانیت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ اس مقالہ میں انسانی جان کی حیثیت اور انسانیت کی تکریم کے باہم تعلق کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے، ہر انسانی جان کو معزز بنایا ہے۔ اتنا کہ انسان کو اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز کیا۔ جبکہ دینِ اسلام میں، انسانی جان کی حیثیت اتنی اہم ہے کہ اس کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض کر دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ ایک مسلمان کی جان، مال اور اسکی عزت کی حرمت اللہ تعالی کو ساری دنیا کی تباہ کاری کے برعکس زیادہ مقصود ہے۔ اس مقالہ میں بھی قرآن کی آیات کے تحت، مختلف تفاسیر کی روشنی میں، معاصر آراء کا جائزہ پیش کیا گیا ہے تاکہ اس بات کو واضح کیا جاسکے کہ انسانیت کا عین تصور، اور انسانی جان کی حفاظت کا بہترین معیار اسلام کی اولاً اور اہم ترین دینی اساس کا حصہ ہیں۔ قرآنِ مجید نے انسان کی عظمت کو اس کے اخلاق، عدل، تقویٰ اور خدمتِ خلق سے مشروط قرار دیا ہے۔ معاصر مفسرین نے اس تصور کو نہ صرف الٰہی نعمت کے طور پر بیان کیا بلکہ اس کے معاشرتی و قانونی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے۔ جہاں ایک انسان کا قتل تمام انسانیت کے قتل کے برابر گردانا جاتا ہے۔ جبکہ ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کا قتل، اسکے اپنے نفس کا قتل ہے۔ اس تحریر کی روشنی میں، انسانی جان اور انسانیت کی تکریم کے وہ انمول اصول منکشف ہوتے ہیں جن کو اگر، حقیقی معنوں میں معاصر انسانیت کے تقاضوں کی بنیادی اساس کے درجے پر رکھا جائے تو امنِ عالم انسانیت ایک یقینی نتیجہ ہو گا اور اگر مسلم معاشرے قرآن کے اس اصول پر کاربند ہو جائیں تو باہمی احترام، عدل اور بھائی چارہ فروغ پا سکتا ہے۔

### تجاویز و سفارشات

1. اسلامی جامعات میں تکریمِ انسانیت کو بطور مستقل نصاب موضوع شامل کیا جائے۔
2. معاصر تفاسیر میں انسانی حقوق کے بیانیے پر تحقیقی مجالس کا انعقاد کیا جائے۔
3. قرآنی آیات کی روشنی میں عالمی انسانی حقوق کے منشور کا تقابلی مطالعہ کیا جائے۔
4. مذہبی، سماجی اور تعلیمی ادارے انسانی وقار کے فروغ کے لیے عملی اقدامات کریں۔
5. علمی و تحقیقی مجلات میں تکریمِ انسانیت کے موضوع پر خصوصی شمارے شائع کیے جائیں۔

### حوالاجات


(1) غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المستصفیٰ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء، ۱/ ۱۷۴

(2) بنی اسرائیل ۱۷: ۷۰

(3) ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، دار السلام، ریاض، 1420ھ /1999م، کتاب الدیات، باب، التغلیظ فی قتل مسلم ظالماً، ح، ۲۶۱۹

(4) بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل، صحیح بخاری، دار السلام، ریاض، 1420ھ /1999م، کتاب الایمان، باب، المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، ح، ۱۰

(5) المائدہ ۵:۳۳

(6) احمد فتحی بہنسی، ڈاکٹر، القصاص فی الفقہ الاسلامی (مترجم، سید عبد الرحمن بخاری) لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، س۔ن، ۲۳

(7) النسا۴:۲۹

(8) الرازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر، مفاتیح الغیب او التفسیر الکبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1420ھ، ۱۰/۵۸

(9) الطبری، ابن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، موسستہ الرسالۃ، 1420ھ /2000م، ۸/۲۲۹

(10) بغوی، حسین بن مسعود، معالم التنزیل، اطباعۃ للنشر والتوزیع، بیروت، 2002م، ۱/۱۷۶

(11) النسفی، ابو البرکات عبد اللہ بن احمد، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، بیروت، 1419ھ /1994م، ۱/۳۵۲

(12) عبد الماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی، ادارہ اسلامیات، لاہور، س-ن، ۱۸۹

(13) صلاح الدین یوسف، حافظ، احسن البیان، مکتبہ دار السلام، لاہور، س۔ن، ۱۳۹؛ نعیم الدین مراد آبادی، سید، خزائن العرفان، قدرت اللہ کمپنی، لاہور، س۔ن، ۱۰۶

(14) تقی عثمانی، محمد، مفتی، توضیح القرآن (آسان ترجمہ قرآن)، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ۱۴۳۵ھ /۲۰۱۴ء، ۱۸۳

(15) ماجدی، تفسیر ماجدی، ۱۸۹؛ صلاح الدین یوسف، احسن البیان، ۱۳۹؛ نعیم الدین مراد آبادی، خزائن العرفان، ۱۰۶؛ تقی عثمانی، توضیح القرآن (آسان ترجمہ قرآن)، ۱۸۳؛ لقمان السلفی، محمد، ڈاکٹر، تیسیر الرحمن لبیان القرآن، دار الکتاب والسنۃ، لاہور، ۲۰۱۵ء، ۱/۲۵۵؛ محمد عبدہٗ الفلاح، شیخ، اشرف الحواشی، شیخ محمد اشرف ناشران قرآن مجید، لاہور، س۔ن، ۱۰۰

(16) تفسیر ماجدی، ۱۸۹

(17) ایضاً

(18) شبیر احمد عثمانی، مولانا، القرآن الکریم (تفسیر عثمانی)، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، س۔ن، ۱۰۶؛ فیوض القرآن، ۱/۱۸۰

(19) الانعام ۶:۱۴۰

(20) خزائن العرفان، ۱۸۸؛ تیسیر الرحمن لبیان القرآن، ۱/۴۴۰؛ احسن الحواشی، ۱۷۶

(21) تفسیر ماجدی، ۳۱۴

(22) تفسیر ماجدی، ۳۱۴؛ تفسیر عثمانی، ۱۹۴؛ خزائن العرفان۔ ۱۸۸

(23) الانعام ۶:۱۵۱

(24) تیسیر الرحمن لبیان القرآن، ۱/۴۴۷

(25) تفسیر عثمانی، ۱۹۷؛ تیسیر الرحمن لبیان القرآن، ۱/۴۴۷؛ خزائن العرفان، ۱۹۱؛ احسن الحواشی، 178؛ حامد حسن بلگرامی، ڈاکٹر، فیوض القرآن، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، 1409ھ /1989م، ۱/۳۲۳

(26) تفسیر ماجدی، ۳۱۹؛ احسن البیان، ۲۴۷

(27) تفسیر ماجدی، ۳۱۹؛ تفسیر عثمانی، ۱۹۷؛ احسن البیان، ۲۴۷؛ فیوض القرآن، ۱/۳۲۳؛ خزائن العرفان، ۱۹۱؛ تیسیر الرحمن، ۱/۴۴۷؛ احسن الحواشی، ۱۷۸

(28) بنی اسرائیل ۱۷:۳۱

(29) تفسیر عثمانی، ۳۷۸؛ آسان ترجمہ قرآن، ۵۶۳؛ خزائن العرفان، ۸۴۲؛ احسن الحواشی، ۳۴۲؛ تیسیر الرحمن لبیان القرآن، ۱/۸۰۶؛ فیوض القرآن، ۱/۶۵۲

(30) تفسیر ماجدی، ۵۸۵؛ احسن البیان، ۴۶۵

(31) تفسیر ماجدی، ۵۸۴

(32) الفرقان ۲۵:۶۸

(33) تفسیر عثمانی،۴۸۸؛ احسن الحواشی،۷۴۳؛ احسن البیان،۵۹۸؛ تیسیر الرحمن لبیان القرآن،۲/۱۰۳۶؛ خزائن العرفان،۸۵۱

(34) بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل، صحیح بخاری، دار السلام، ریاض،1420ھ /1999م، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ تعالیٰ: فلا تجعلوا اللہ انداداوانتم تعلمون، ح:۴۴۷۷

(35) تفسیر ماجدی،۱۴۷

(36) التکویر ۸۱:۸،۹

(37) تفسیر عثمانی،۷۷۹؛ تفسیر ماجدی،۱۱۷۸؛ احسن البیان،۹۶۳؛ آسان ترجمہ قرآن،۱۱۶۹، ۱۱۷۰؛ تیسیر الرحمن لبیان القرآن،۲/۱۷۰۵؛ فیوض القرآن،۲/۱۴۴۱؛ احسن الحواشی،۷۰۰؛ خزائن العرفان،۷۶۷

(38) تفسیر ماجدی،۱۱۷۸